© rasailojaraid.com

تحقیق و تنقید

جناب غازی عزیر

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (حدیث)

ترجمہ:

"میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؓ اس کا دروازہ ...."

قسط ۳

ملا علی قاری حنفیؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے حدیث "اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا" کو اپنی "موضوعاتِ کبیر" میں ذکر کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

"اسے ترمذیؒ نے اپنی جامع میں نقل کر کے لکھا ہے، 'یہ حدیث منکر ہے'۔ سخاویؒ کہتے ہیں: 'اس کی صحت کی کوئی وجہ موجود نہیں'۔ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں 'یہ بالکل جھوٹ ہے، اس کی کوئی اصل نہیں'۔ ابوحاتمؒ اور یحییٰ بن سعید القطانؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ ابن الجوزیؒ نے اسے موضوعات میں نقل کیا ہے۔ ذہبیؒ وغیرہ نے اسے موقوف قرار دیا ہے۔ ابنِ دقیق العیدؒ کہتے ہیں 'یہ حدیث ثابت نہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ باطل ہے ... الخ'"[130]

یہاں ملا علی قاری حنفیؒ کو تھوڑا سا سہو ہوا ہے۔ امام ترمذیؒ کی جامع کے کتاب المناقب میں جو روایت موجود ہے، اس کے الفاظ "اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا" نہیں، بلکہ "اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا" ہیں۔[131]

شارح ترمذیؒ علامہ ابنِ عربیؒ فرماتے ہیں کہ "امام ترمذیؒ نے اس روایت پر

---

[130] موضوعاتِ کبیر ملا علی قاریؒ مترجم حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی حدیث نمبر ۰، ص ۱۳۴-۱۳۵ طبع محمد سعید اینڈ سنز کراچی [131] جامع الترمذیؒ مع تحفۃ الاحوذی للشیخ عبدالرحمٰن المبارکپوریؒ کتاب المناقب ج ۴ طبع دہلی ۱۳۵۳ھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"غریب منکر" ہونے کا حکم لگایا ہے۔ اس کی اسناد میں "صنابحی" کے ساتھ "شریک" بھی موجود ہے، لیکن جس حدیث کو "صنابحی" کے بغیر صرف "شریک" سے روایت کیا جاتا ہے اس کی اسناد میں غیر ثقہ راوی موجود ہیں۔"[۱۳۲]

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد ابن عمر الشیبانیؒ (م سنہ ۹۴۴ھ) اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

"امام ترمذیؒ نے حکم لگایا ہے کہ یہ روایت "منکر" ہے، ایسا ہی امام بخاریؒ سے بھی منقول ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں: اس کی صحت کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔ ابن معینؒ کا قول ہے کہ یہ کذب ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ امام ابن الجوزیؒ نے اسے "کتاب الموضوعات" میں بیان کیا ہے۔ امام ذہبیؒ وغیرہ نے امام ابن الجوزیؒ کی رائے سے اتفاق کیا اور اسے موقوف قرار دیا ہے۔ ابن دقیق العیدؒ کا قول ہے: یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہ باطل ہے۔"[۱۳۳]

حافظ شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبدالرحمٰن السخاویؒ (م سنہ ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

"دارقطنیؒ نے "العلل" میں اس کی بعض روایات پر تعقب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث مضطرب اور غیر ثابت ہے۔ ترمذیؒ کا قول ہے کہ یہ منکر ہے۔ اور اسی طرح امام بخاریؒ سے بھی منقول ہے، آپؒ فرماتے ہیں کہ اس کی صحت کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔ ابن معینؒ نے اس روایت کے متعلق، جسے خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں بیان کیا ہے، فرمایا کہ یہ کذب ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ امام ابن الجوزیؒ نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے اور ذہبیؒ وغیرہ نے اسے موقوف قرار دیا ہے۔ ابن دقیق العیدؒ کا قول ہے کہ یہ حدیث پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ باطل ہے۔" الخ[۱۳۴]

۱۳۲ؔ عارضۃ الاحوذی شرح جامع الترمذیؒ للشیخ ابن عربیؒ ج ۱۳ ص ۱۷۱

۱۳۳ؔ تمیز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث للشیبانی حدیث ۲۳۵ ص ۱۴۱ طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت سنہ ۱۹۸۱ء

۱۳۴ؔ المقاصد الحسنۃ للسخاوی حدیث ۱۸۹ ص ۹۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

استاذ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی الیمانی فرماتے ہیں کہ:

"اس خبر کے تمام طُرق بلانزاع ساقط ہیں۔"[۱۳۵]

اس روایت پر کی گئی مندرجہ بالا جرح و تنقید پر بعض علماء و محدثین کرام کی طرف سے جو اعتراضات اٹھائے گئے ہیں، ان کا جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

علامہ شوکانی ؒ فرماتے ہیں کہ:

"محمد بن جعفر البغدادی کو یحییٰ بن معین ؒ نے ثقہ بتایا ہے، ابا الصلت الہروی کو ابن معین ؒ اور حاکم ؒ نے ثقہ قرار دیا ہے اور جب یحییٰ ؒ سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ یہ صحیح ہے۔ امام ترمذی ؒ نے اس کی تخریج حضرت علی رضؓ سے مرفوعاً کی ہے۔ حاکم ؒ نے اسے اپنی مستدرک میں حضرت ابن عباس رضؓ سے مرفوعاً روایت کیا اور کہا کہ یہ روایت صحیح الاسناد ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ فرماتے ہیں: سچ بات تو ان تمام اقوال (یعنی ابن الجوزی ؒ اور حاکم رحؒ کے اقوال) کے خلاف ہے، یعنی یہ حدیث "حسن" ہے، "صحت" کے درجہ تک نہیں پہنچتی، لیکن اسے "کذب" تک پہنچانا بھی درست نہیں ہے۔ انتہیٰ۔ اور یہی بات سچ ہے کیونکہ یحییٰ بن معین ؒ اور حاکم ؒ نے ابی الصلت، اور اس کے متبعین کی توثیق کی ہے، چنانچہ اس روایت کی مخالفت صحیح نہیں ہو سکتی۔ فی الواقع یہ "حسن" ہے۔ اس کے بہت سے طُرق ہیں جن کو امام جلال الدین السیوطی ؒ نے "اللآلی" میں بیان کیا ہے۔"[۱۳۶]

حافظ ابوالفیض نے اس روایت کے بہت سے طُرق کو نہایت قوی بلکہ حد درجہ صحیح قرار دیا ہے[۱۳۷]

علامہ سخاوی ؒ فرماتے ہیں کہ:

"حاکم ؒ کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ ... بعض لوگوں نے اس

۱۳۵؎ حاشیہ بر فوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ص ۳۴۹

۱۳۶؎ الفوائد المجموعۃ للشوکانی ؒ، باب مناقب الخلفاء الاربعۃ واہل البیت حدیث نمبر ۵۲ ص ۳۴۹

۱۳۷؎ کتاب فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی للحافظ ابوالفیض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر کذب کا حکم لگانے پر توقف کیا ہے، بلکہ علائیؒ نے اس پر کذب کا حکم لگانے پر توقف کی صراحت اس طرح بیان کی ہے: میرے نزدیک یہ روایت محلِ نظر ہے، پھر لوگوں کی شہادت کو بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث کے راوی 'ابو معاویہ' کا مرتبہ ساقط بتایا جاتا ہے کیونکہ وہ 'ابن عیینہ' وغیرہ جیسے اشخاص کا محتاج ہے، اگرچہ 'ابو معاویہ' ثقہ اور حافظِ حدیث ہے۔ پس جس نے اس حدیث پر کذب کا حکم لگایا اس نے خطا کی ہے۔ نیز اس حدیث کے الفاظ بھی منکرات بیان نہیں کرتے اور نہ ہی عقل کو حیران و ششدر کرنے والے ہیں بلکہ عام حدیث کے الفاظ کی طرح ہی ہیں ..... ابن عباسؓ کی حدیث کے الفاظ اچھے ہیں بلکہ یہ روایت بھی "حسن" ہے .... الخ"[۱۳۸]

علامہ سخاویؒ کا یہ قول کہ "اس حدیث کے الفاظ بھی منکرات بیان نہیں کرتے اور نہ ہی عقل کو حیران و ششدر کرنے والے ہیں، بلکہ عام حدیث کے الفاظ کی طرح ہی ہیں" اصولی اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ کسی حدیث کو قوی یا ضعیف اور صحیح یا موضوع قرار دینے کے لیے ایسا کوئی معیار بنانا انتہائی خطرناک اور غیر منصفانہ بات، بلکہ علم حدیث پر صریح ظلم ہے۔

ملا علی قاری حنفیؒ کا اعتراض یہ ہے کہ "سیوطیؒ کہتے ہیں: حافظ ابن حجرؒ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ "حسن" ہے، نہ تو "صحیح" ہے جیسا کہ حاکمؒ کا خیال ہے اور نہ یہ "موضوع" ہے، جیسا کہ ابن الجوزیؒ کا خیال ہے۔ حافظ ابو سعیدؒ العلائیؒ کہتے ہیں: "یہ باعتبار طریق "حسن" ہے نہ "صحیح" ہے اور نہ "ضعیف"، کجا کہ "موضوع" ہو، جیسا کہ زرکشیؒ کا خیال ہے"[۱۳۹]

اصلاً یہ تمام اعتراضات صرف چار امور سے متعلق ہیں:

۱۔ مختلف طرقِ اسناد اور اُن کے رواۃ، بالخصوص محمد بن جعفر البغدادی الفیدی، ابا الصلت الہروی اور ابو معاویہ کی تضعیف و توثیق میں اختلاف۔

۲۔ امام ترمذیؒ و حاکمؒ کا اسے روایت کرنا، نیز حاکمؒ کی تصحیح۔

---

[۱۳۸] المقاصد الحسنۃ للسخاویؒ ص ۹۷-۹۸ [۱۳۹] موضوعات کبیر لملا علی قاریؒ مترجم حبیب الرحمن صدیقی کاندھلوی حدیث نمبر ۷ ص ۱۳۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ کا اس حدیث کو "کذب" و "باطل" یا "موضوع" کے مقابلہ میں "حسن" قرار دینا۔

۴۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے بیان کردہ کثیر طرقِ اسناد

مندرجہ بالا تمام اعتراضات کو رفع کرنے کے لیے آئندہ سطور میں ہم یکے بعد دیگرے تمام امور کو وضاحت کے ساتھ پیش کریں گے (ان شاء اللہ!) (جاری ہے)

شعر و ادب

جناب عبدالرحمٰن عاجزؔ

جاری رہے یہ چشمۂ فیضانِ محدّث

جاں ہے کہ بنی جاتی ہے عنوانِ محدّث — دل ہے کہ ہُوا جاتا ہے قربانِ محدّث
اُبھرا افقِ علم سے اک اور مجلّہ — دامن میں لیے سروِ چراغانِ محدّث
تنویر ہی تنویر تبسّم ہی تبسّم — جنّت ہے نظر میں گلستانِ محدّث
اس شانِ کتابت پہ یہ اندازِ طباعت — اللہ رے یہ حسنِ فراوانِ محدّث
چندہ بھی مناسب ہے ضخامت بھی مناسب — ہر چیز سے ہر شے سے عیاں شانِ محدّث
کمیابی و نایابی کے اس دورِ گراں میں — کاغذ بھی محدّث کا ہے شایانِ محدّث
قرآن کی آیات ہیں یا دُرِّ احادیث — مملو اسی دولت سے ہے دامانِ محدّث
امیدوں کی تکمیل ہے ارمانوں کا حاصل — پھر کیوں نہ زمانہ ہو ثنا خوانِ محدّث
چھٹ جائے گا ہر جہل و تغافل کا اندھیرا — روشن ہے چراغِ رُخِ تابانِ محدّث
سیراب ہمیشہ رہے کشتِ دل و ایماں — جاری رہے یہ چشمۂ فیضانِ محدّث
ہوتی ہے سحر بطنِ شبِ تار سے پیدا — مایوس نہ ہوں حوصلہ مندانِ محدّث
الحاد کے اس دور میں عاجز کی دُعا ہے — وُہ ذاتِ مقدّس ہو نگہبانِ محدّث

© rasailojaraid.com